اسلام کے فلسفۂ سیاست کی بنیادیں

از
ڈاکٹر ماجد علی خاں لکچرار اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

اجتماعی و سیاسی نظام (حکومت) کی ضرورت

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے اور شریعت اسلامی انسان کی رہنمائی اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں کرتی ہے۔ اللہ کا قانون انسان کو نہ صرف عبادات، اخلاقیات و معاملات کے اصول بتاتا ہے۔ بلکہ وہ اس کی رہنمائی معاشرتی، اجتماعی اور سیاسی زندگی میں بھی کرتا ہے۔

دراصل انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں کھانے پینے، جماع، گرمی سردی اور بارش سے بچنے میں۔ اپنے ہم جنسوں کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان حاجات کے رفع کرنے کے لئے ایسی تدابیر الہام کی ہیں جن کے ذریعہ یہ احسن ترطریقے سے اپنی ضروریات کو پورا کرسکے۔ اس کی زندگی گزارنے اور رہن سہن کے یہ طریقے زمانے کے اعتبار سے بدلتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک زمانہ تھا کہ جب انسان پیدل سفر کرتا تھا۔ یا جانوروں پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا زمانہ کے ساتھ ساتھ نئی نئی سواریاں ایجاد ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ریل گاڑیوں اور موٹروں نے پرانی سواریوں کی جگہ لے لی اور اب تیز رفتار ہوائی جہاز۔ سپرسونک جہاز استعمال ہو رہے ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ اپنی تحقیقات کی بدولت انسان مصنوعی سیاروں پر سوار ہو کر چاند تک پہنچ چکا ہے اور دوسرے سیاروں

تک پہونچنے کی کوشش میں ہے۔ تہذیب و تمدن کے ابتدائی دور میں انسان اپنی حاجات اور ضروریات کو پورا کرنے میں معاشرہ کا زیادہ محتاج نہیں تھا۔ لیکن جیسے جیسے انسان کی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کو پورا کرنے میں دوسرے انسانوں کا محتاج ہوتا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اس پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"جب انسان کی ضروریات بہت زیادہ ہوگئیں اور ان میں ہر ایک اپنی حاجت کو ایسے عمدہ طور پر پورا کرنا چاہتا تھا کہ جس سے آنکھوں کو تازگی اور دل کو سرور حاصل ہو تو ہر ایک کو تنہا ان کی انجام دہی مشکل ہوگئی کیونکہ بعض کے پاس ضروریات سے زائد کھانا تھا لیکن پانی نہ تھا اور بعض کے پاس ضرورت سے زائد پانی تھا لیکن کھانا نہ تھا تو ایک دوسرے کا محتاج ہوگیا اور سوائے مبادلہ کے کوئی اور صورت نہ بن پڑی۔ پس یہ مبادلہ ان کی رفع حاجات کے لئے اچھا قرار پایا اور ضرورۃً یہ قرار پایا کہ ہر شخص ایک حاجت کے سرانجام کی طرف متوجہ ہو اُس کو خوب مستحکم کرے اور اسی کے تمام وسائل مہیا کرنے کی کوشش کرے اور بہ واسطہ مُبادلہ انہی تمام حاجات کا ان کو ذریعہ بنائے۔ پس یہ لوگوں کی نظر میں ایک مسلم قانون بن گیا۔ اور جبکہ بعض لوگ ایسے تھے کہ ان کو ایک چیز پسند تھی جو دوسروں کو ناپسند تھی اور ان کو ایسا شخص نہ ملتا تھا جس سے وہ معاملہ کرتے تو لامحالہ ان کو نقدمہ اور نہیا کرنا پڑا اور انھوں نے معدنی جوہروں کو جو مدت طویلہ تک باقی رہتے ہیں۔ معاملات میں ثمن قرار دیا اور یہ سب کے نزدیک امر مسلم ہوگیا اور ان جواہرات میں سونا چاندی زیادہ موزوں تھے کیونکہ ان کا حجم چھوٹا، افراد مساوی اور بدن انسانی کے لئے نافع تھے اور ان سے زینت حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے یہی دونوں چیزیں قدرتی طور پر نقد قرار پائیں اور ان کے ماسوا دوسری چیزیں مقرر کرنے سے ثمن بن سکتی ہیں۔"[1]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ۔ باب فی المعاملات۔ ج ۱ ص ۱۲۷

غرض اسی طرح انسانی زندگی میں معاشرہ اور اجتماعیت کی اہمیت بڑھتی گئی اور لوگ گروہوں اور جماعتوں میں منقسم ہوتے گئے۔ پھر انسانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے ممتاز ہونے کے لئے قبیلوں اور قوموں کی اصطلاحات پیدا کیں تاکہ ایک جگہ اور علاقے کے رہنے والے دوسری جگہ اور علاقے کے رہنے والوں سے تعارف حاصل کریں۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۴۹: ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تمکو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنائیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ تم آپس میں متعارف ہو

شہری زندگی کے وجود میں آنے سے انسانی زندگی کے مسائل بڑھتے گئے۔ شہروں میں زراعت کی جگہ مختلف پیشوں کا رواج پایا۔ لوگوں نے اپنی اپنی پسند کے مطابق پیشوں کو اختیار کیا۔ اُن میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے شہر کے لئے ضرر رساں پیشے اختیار کئے مثلاً جوا، سٹہ، چوری اور گداگری وغیرہ تجارت میں مضاربت، اجارہ، شرکت اور وکالت کی صورتیں پیدا ہوئیں۔ قرض کا لین دین اور امانت رکھنے کی ضرورت پیش آئی اور اس میں لوگوں کو خیانت، انکار اور سستی کا تجربہ ہوا تو شہادت، تحریر، دستاویزات، رہن، کفالت اور حوالہ کی ضرورت پڑی اور جوں جوں لوگ آسودہ حال ہوتے گئے اسی قدر معاونات کے اقسام پھیلتے گئے۔ اب انسان کو ایک ایسے نظام کی ضرورت ہوئی جس کے ذریعہ وہ شہری زندگی میں امن، نظم، انصاف اور عدل قائم رکھ سکے۔ اسطرح شہری ریاست اور نظام حکومت کا وجود ہوا۔ حکومت کے نظام کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ حاکم اور محکوم معین ہوں اور ایک ایسا شخص یا اشخاص

دں جن کا سیاسی مرتبہ اور اختیارات سب سے اعلیٰ ہوں اور وہ اختلاف کے وقت
فری اور قطعی فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہوں۔ یہ شخص یا اشخاص فرمان روا کہلائے
گئے۔ ان کے لئے اصول و ضوابط متعین کئے گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ
شہری سیاست کی بحث میں فرماتے ہیں:۔

,,شہر سے مراد وہ جماعت جو مساوی الحال ہو۔ جن میں باہم معاملات ہوتے
رہتے ہوں اور جدا جدا مکانوں میں بود باش رکھتے ہوں اور اس بارہ میں اصل
یہ ہے کہ شہر باعتبار اس باہمی ربط کے ایک شخص کے مانند ہے جو چند اجزاء اور
مجموعی ہیئت سے مرکب ہے اور ہر مرکب چیز میں ممکن ہے کہ اس کے مادہ یا صورت
میں نقصان واقع ہو جائے اور اس کو کوئی مرض ہو جائے یعنی اس میں ایسی حالت
پیدا ہو جائے کہ اس کی نوع کے لئے کوئی دوسری حالت زیادہ مناسب ہو۔ یعنی
ایسی حالت جس سے وہ حسین وجمیل معلوم ہو، اور شہر میں چونکہ بہت سے لوگ
ہوتے ہیں۔ جن کا ایک قانون عادل پر متفق الرائے ہونا مشکل ہے اور بغیر کسی
ممتاز منصب کے ایک دوسرے کی روک ٹوک بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے
جنگ و جدل کا اندیشہ ہوتا ہے۔ پس شہر کا پورا انتظام بغیر ایسے شخص کے ناممکن
ہے جس کی اطاعت تمام اہل حل و عقد تسلیم کریں، وہ پر شوکت ہو اور فوج کا
مالک ہو اور جو شخص نہایت تنگدل، تیز مزاج خونریزی اور غصہ میں بیباک ہے
اس کو سیاست کی ضرورت اوروں سے زیادہ ہے" [1]

علم الاجتماعیات کے بانی علامہ ابن خلدون کی نظر میں ملک زندگی کا طبعی مرکز
ہے۔ جہاں انسانی ضرورتوں نے قدرتی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ انسان عادۃً
اقتدار پسند ہے۔ حکومت انسان کی اس حیوانی قوت کا اثر ہے جس کا رجحان

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ۔ باب سیاسۃ المدنیۃ۔ ج ۱، ص ۱۲۹۔

غلبہ کی طرف رہتا ہے اور رجوانسان کے نفس کے اندر بجائے خود موجود ہے۔ [۱]
شاہ ولی اللہؒ دہلوی سیاسی نظام (حکومت) کی اہمیت کو اس طرح واضح کرتے ہیں :۔

"انسانی زندگی کے دائرہ میں انسان کے ہاتھوں سے جو سیاسی نظام بنتا ہے وہ شہری اور شاہی اوصاف رکھنے والی حکومت کی بنیاد قائم کردیتا ہے۔ اس نظامِ حکومت کے ماتحت فرمانروا (حکومت کا ذمہ دارِ اعلیٰ) اپنے شہری مرکز میں قیام کرتا ہے۔ یہاں سے حکومت کی تشکیل شروع ہوجاتی ہے۔" [۲]

روسو (Rousseu) کے نزدیک بھی سلطنت کی بنا معاشرت پر ہے ایک مجتمع گروہ یا شہریوں کی تعداد کثیر جو ایک سلطنت کے لئے باہم متفق ہوگئے ہوں۔ مملکت کی اعلیٰ طاقت کا مظہر ہے اور حکومت کا بنیاد۔ [۳]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا حکومت کی تعریف اس طرح کرتی ہے " وہ ایک ایسی ہیئت حاکمہ کی شکل میں رونما ہوتی ہے جس کی تنظیم انسانی افراد کی اجتماعی تصویر اور تدبیر سے ہوتی ہے۔ یعنی جہانداری کا وہ عزم جو زمین کے کسی مخصوص حصہ میں ایک ہیئت حاکمہ اختیار کرلیتا ہے اور اس ہیئت میں اس کا اختیار و اقتدار پورا پورا کام کرتا ہے" [۴]

علامہ ابوالبقاء جو گیارویں صدی ہجری کے حنفی قانون کے ماہرین میں سے تھے۔ حکومت کی بنیادی تعریف اس طرح کرتے ہیں :۔

"حکم اور امتناعی حکم کی صورت میں ایک ایسا تصرف جس کا مقصد و منشاء اصلاح ہو" [۵]

---

[۱] دیکھئے مقدمہ کتاب العبر لابن خلدون فصل امامۃ وخلافۃ
[۲] حجۃ اللہ البالغہ۔ باب الارتفاق الرابع کے ابتدائی حصہ کی تلخیص [۳] اسلام کا نظام حکومت ص ۵
[۴] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا "گورنمنٹ"، [۵] دیکھئے کلیات ابی البقاء

"اس طرح حکومت (سیاسی نظام)، کسی قوم کا وہ مرکزی ادارہ ہے جس کا تصرف امر و نہی کی صورت میں صادر ہو رہا ہو اور جس کا منشا (حکمت عملی) سے قوم کی فلاح و اصلاح ہو۔

"سیاست شرعیہ" یا "دینی حکومت"

کسی بھی سیاسی نظام (حکومت) کو چلانے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ حکومت کا استحکام اور اس کی قانون سازی کا کام عقل انسانی انجام دے۔ اس طرز کے سیاسی نظاموں میں حکومت عقلی سیاست کے ماتحت ہوتی ہے۔ فلاسفہ اور عقلاء نے اپنے اپنے زمانوں میں سیاسی نظاموں کے بارے میں سوچا اور انسان کو سیاسی اصولوں کی تعلیم دی۔ تاریخی اعتبار سے یہ دیکھا جا چکا ہے کہ جو اصول ایک فلسفی کے نزدیک موزوں تھے ضروری نہیں کہ بعد میں آنے والے فلاسفہ نے ان کو اسی طرح تسلیم کر لیا ہو۔ اس طرح نئے نئے سیاسی نظام وجود میں آتے رہے لیکن کوئی بھی فلسفہ اور نظام ایسا نہیں ہو سکا جو انسانیت کے مسائل پورے طور پر حل کر سکا ہو۔ موجودہ دور میں بھی اگر ایک سیاسی نظام کی بنیاد انفرادی ملکیت کے ختم کرنے اور تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت وغیرہ کے نظام کو "اسٹیٹ" (مملکت) کے ہاتھ میں دے دیتا ہے تو دوسرا نظام اس کے برخلاف انفرادی ملکیت کو برقرار رکھتا ہے، تجارت زراعت اور صنعت کی پوری آزادی دیتا ہے یہ دونوں نظام ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں انسانی مسائل دن بدن اور زیادہ الجھتے جاتے ہیں۔ دونوں نظاموں میں طاقتور کمزور کو دبا رہا ہے۔ دنیا کے اندر شر و فساد بڑھتا جا رہا ہے اور قومی مسائل بڑھ کر بین الاقوامی بنتے جا رہے ہیں۔ اسی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا
كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ
بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝
(الروم ۳۰: ۴۱)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی سے فساد برپا ہو گیا ہے تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا۔"

اس کے مقابلہ میں ایک وہ نظام ہے جو خالقِ دوجہاں، پروردگار دوعالم اور مربی حقیقی کی جانب سے کسی ایسے شخص کی معرفت بھیجا جاتا ہے جس کی امانت اور دیانتداری مسلّم ہو، جو خود اسی نظام کا ایک عملی نمونہ ہو اور جو اس قانون کا شارع ہو جس کو قانون الٰہی یا شریعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسا سیاسی نظام یا حکومت جو قانون الٰہی یا شریعت کی بنیادوں پر قائم ہو "دینی حکومت" یا "سیاست شرعیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ حیات دنیا میں ترقی اور نشاط کا ضامن ہوتا ہے اور ثبات آخرت میں مفید اور کارآمد ہوتا ہے۔ "سیاست شرعیہ" کی اہمیت کا نقطہ یہ ہے کہ انسان کی تخلیقی زندگی کا مقصد صرف دنیا نہیں ہے دنیا کی حیات لطفا ہر اس وقت موثر ہے لیکن موت کی حد پر پہونچ کر اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وجہ سے اس زندگی کا مقصود عارضی زندگی سے بلند ہے۔ اس وجہ سے زندگی کا اصل مقصود دین ہے جو ہمکو ارتقائی راہ سے انجام کے مرکز (آخرت) تک پہنچائے دین (یا مذہب) قوانین کے اس مجموعہ کا نام ہے جس کا منبع اور سرچشمہ وحی الٰہی ہے اور جس کو وہ ہستیاں نافذ کرتی ہیں جو اللہ کے طرف سے اس کام کے لئے مامور ہیں اور جن کو اصطلاح میں انبیاء یا رسل کہتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں :-

> "شرائع (شرعی قوانین) اسی لئے اپنے مرکز سے آتے ہیں تاکہ ابدی سعادت کی رہنمائی کریں۔ شریعتوں کا مقصد عبادت بھی ہے اور معاملات کی تنظیم بھی انتہا یہ کہ مذہب کے اصول معیار پر انسان کا اجتماعی ہئیت کے ساتھ حکومت وسلطنت قائم کرنا بھی خدائی شریعتوں کے دائرہ عمل میں دخل ہے"۔ [1]

یہ ہے بنیادی فرق دینی اور دنیاوی حکومت میں اور عقلی اور شرعی سیاست میں دینی حکومت اور شرعی سیاست کے ہر عمل کا محور شریعت ہوتا ہے۔ وہ ظلم، زیادتی،

---

[1] دیکھئے مقدمہ کتاب العبر لابن خلدون فصل امامۃ وخلافۃ ۔

قاہرانہ تسلط اور تغلب، جبر و استبداد، بری خواہشوں اور برائیوں سے کوئی تعلق اور علاقہ نہیں رکھتی۔ وہ اللہ کے نور سے روشن ہوتی ہے تاکہ دوسرے لوگ اس سے روشنی حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔ ان کی وابستگی انسانوں کے مصالح عامہ سے ہوتی ہے جس کو علامہ ابن خلدون بھی مندرجہ ذیل الفاظ میں کہتے ہیں:—

واحکام السیاسۃ انما تطلع علیٰ مصالح الدنیا فقط یعلمون ظاہراً من الحیاۃ الدنیا۔	"اور سیاسی احکام دنیوی مصالح کے اثر سے باہر نہیں آتے۔ وہ دنیوی زندگی کے نمائشی دائرہ میں عمل پیرا نظر آتے ہیں"۔ [۱]

"دینی حکومت" یا "سیاست شرعیہ" کی بنیاد دراصل "سیاست عادلہ" پر ہوتی ہے۔ سیاست عادلہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر قوم اور ملت کے مصالح کے پیش نظر اس کے داخلی مسائل، خارجی حالات اور نظم و قوانین کی اصلاح و تعمیر کے لئے ایسے اقدامات بروئے کار لائے جائیں جن سے اس قوم کے اندر امن پیدا ہو۔ اور جو اس کی اصلاح و ترقی اور دنیوی و اخروی کامیابیوں کے ضامن ہوں۔ اسلام سیاست شرعیہ کی بنیاد سیاست عادلہ ہی پر رکھتا ہے۔ اور اسی پر اپنے سیاسی اصولوں کی تعمیر کرتا ہے تاکہ نظم عادلہ اور مصالح عوام کی بنیاد ہر زمان و مکان میں مضبوط و مستحکم رہے۔

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب "الطرق الحکمیۃ" میں ابن عقیل کے حوالے سے لکھا ہے:—

"سیاست کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ فعل ہے کہ جس کے ذریعہ عوام اصلاح سے اقرب ہو جائیں اور فتنہ فساد سے دور ہو جائیں، اگرچہ اس فعل سے متعلق واضح حکم نہ قرآن شریف میں ہو نہ حدیث میں۔ اجتہاد رائے کا سلسلہ عہد خلفاء راشدین سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے جو زنادقہ کو جلایا، حضرت عثمانؓ نے جو قرآن کے غیر معمولی بہ مصاحف کو نذر آتش کیا

---

[۱] دیکھئے مقدمہ کتاب العبر لابن خلدون۔ فصل امامہ و خلافۃ۔

حضرت عمرؓ نے جو نصر بن حجاج کو جلا وطن کیا یہ سب اگر اجتہاد رائے نہیں تھا تو کیا تھا" [1]

"الطرق الحکمیۃ" میں علامہ ابن قیم آگے تحریر کرتے ہیں :۔

" یہ وہ مرحلہ ہے جہاں اقدام میں لغزش ہو سکتی ہے اور مفہوم صحیح طور نہ سمجھنے سے گمراہی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ ایک جماعت نے تفریط سے کام لیا اور حدود سے تجاوز کرگئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے حقوق پامال ہو گئے اور اہل فجور کو فتنہ و فساد پھیلانے کا موقعہ ملگیا، اس جماعت نے اپنے طرز عمل سے ثابت کردیا کہ شریعت مصالح امت کا ساتھ نہیں دیتی اور اصلاح احوال کے لئے اس کے علاوہ کسی دوسرے موثر کی بھی ضرورت ہے۔ اس جماعت نے وہ دروازہ بند کردیا جو معرفت حق اور تنفید حدود کا صحیح ترین راستہ تھا اور اس حقیقت کو جاننے کے باوجود بند کردیا کہ سچائی کا راستہ یہیں سے جاتا ہے۔ انہوں نے حق کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ وہ قواعد شرعیہ کے خلاف ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے یہ ہرگز اس کے منافی نہیں ہے جو رسول اللہ لیکر آئے تھے، اور اگر منافی معلوم ہوتا ہے تو یہ ان کے فہم کا قصور ہے۔ یہ غلط راستہ انہوں نے اس لئے اختیار کیا کہ شریعت کی معرفت اور واقعہ کی معرفت میں ان سے چوک ہوئی پھر یہ ہوا کہ اوضاع سیاست کے لئے انہوں نے شر طویل اور فساد عریض کھڑا کردیا معاملہ اور بگڑ گیا۔ استدراک اور مشکل ہو گیا، حقائق شرع فہم اور دشوار ہو گیا۔ اس بھنور سے لوگوں کو نکلنا اور ان مہالک سے بچ جانا اور مستبعد ہو گیا۔

---

[1] سیاست شرعیہ" صہ۳۳

ایک دوسری جماعت تھی جس نے افراط سے کام لیا اس نے اس جماعت کا
مقابلہ کیا اور حکم خدا اور رسول کے منافی رنگ میں رنگ گئی۔
خدائے بزرگ و برتر نے واضح کر دیا ہے کہ اپنی شرع میں اس نے جن طرق
کو اختیار فرمایا ہے۔ ان کا مقصود اس کے بندوں کے درمیان اقامت
عدل و قسط ہے۔ یہی اصول دین ہے۔ لہٰذا سیاست عادلہ کے متعلق
ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شرع نے جو کچھ نافذ اور عائد کیا ہے وہ اس کی
مخالف ہے۔ بلکہ سیاست عادلہ تو سراسر اس کے موافق اور مطابق ہے
بلکہ (نگاہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا) یہ اس کے اجزا میں سے ایک
اہم جزو ہے'' ۵۱

غرض جن امور میں اصول دین کو پیش نظر رکھ کر نئے حالات میں مصالح امت کے لئے
نئے اقدام اٹھائے جائیں۔ اسی کو ''سیاست شرعیہ'' کہا جا سکتا ہے۔ اگر حدود شرعی
سے تجاوز نہ ہوتا ہو تو زماں و مکاں کی رعایت سے نئے اقدام ازالۂ مفاسد اور
اصلاح احوال کے لئے جائز ہیں۔ استاد علاؤالدین اپنی کتاب ''معین الحکام''
میں امام قرافی کا قول نقل کرتے ہیں:-

" احکام سیاسی میں حکام (کے اختیارات) کی وسعت شرع کی مخالف
نہیں ہے بلکہ قواعد کے لحاظ سے بوجوہ ذیل اس کی تائید ہوتی ہے۔
(۱) اب فساد بڑھ گیا ہے۔ عصر اول کے برخلاف اس میں زیادتی ہو گئی
ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اختلاف حالات کے مطابق جن احکام کی تشریع
کی جائے وہ شرع کے قوانین کلیہ سے ہم آہنگ ہوں۔
(۲) مصلحت مرسلہ کی تعریف کیا ہے؟ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ

---

۵۱ سیاست شرعیہ ص ۳۴-۳۵

مصلحت مرسلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ مصلحت جو شارع علیہ السلام کے زمانہ میں نہ درپیش آئی ہو اور جس کے منفی یا مثبت پہلو سے متعلق کوئی واضح حکم پہلے سے نہ موجود ہو۔

ایسے مواقع پر خود صحابہؓ کرام نے بھی حالات کے مطابق نئے نئے احکام وضع کئے۔ مثلاً قرآن شریف کا ضبط تحریر میں لانا۔ یا حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ کو خلافت کا ولی عہد مقرر کرنا، یا دفاتر کا قائم کرنا۔ یا سکہ کا ڈھالنا یا جیل خانوں کا بنانا۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو نئے حالات میں نئے احکامات کے ماتحت عمل میں آئیں جن کی نظیر عہد شارعؑ میں کہیں نہیں ملتی، یہ سب چیزیں مصلحت مطلقہ کے ماتحت عالم وجود میں آئیں۔

(۳) شرع نے اصول شہادت میں بڑی سختی ملحوظ رکھی ہے روایت کے اصول میں بھی وہ سختی نہیں ہے۔ شہادت کی اہم شروط میں سے یہ بھی ہے کہ شہادت دینے والے آزاد ہوں، ان کی تعداد بھی معین کر دی گئی ہے۔ مثلاً زنا کی شہادت ۴ آدمیوں سے کم کی مقبول نہیں ہے۔ اور قتل کی گواہی کے لئے ۲ آدمی کافی ہیں۔ اگرچہ خون کا معاملہ بے حد اہم ہے لیکن زنا کے بارے میں گواہوں کی تعداد جو زیادہ رکھی گئی ہے وہ اس لئے کہ مقصود جرم کا افشا نہیں بلکہ عیب پوشی ہے۔

معاملات شرع میں ایسے اختلاف کثرت سے ملیں گے کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ وہ رونما ہوئے۔ لہذا ضروری ہے کہ کسی زمانہ میں بھی احوال کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ [۱]

[۱] سیاست شرعیہ ص ۳۱-۳۳

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی بنیاد ایک ایسے قانون پر ہے جو زماں و مکاں کے لئے یکساں ہدایت کا ذریعہ ہے اور جس قانون الٰہی کا شارع ہر قوم و ملت کے لئے یکساں طور پر رہبر ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سبا ۲۴ ۲۸)

"اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۲۱ ۱۰۷)

"اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو (اے محمدؐ) مگر یہ کہ تمام عالموں کے لئے رحمت"

اس لئے "سیاست شرعیہ" کی بنیاد کتاب اللہ (قرآن کریم) اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہے سنت کے ضمن میں ہی سنت خلفاء راشدین آجائیں گی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

علیکم بسنتی وسنۃ خلفائ الراشدین المھدیین

"تمکو لازم ہے کہ تم میرے طریقہ (سنت) پر رہو اور میرے برحق (راشد) اور ہدایت یافتہ جانشینوں (خلفا) کے طریقہ (سنت) پر رہو" —

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں جزئیات کی تفصیل تو نہیں ہے لیکن ان اصول و قواعد کلیہ کو مخصوص طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے جو حکومت کے تمام حالات کی تنظیم و تشکیل کے لئے معیار کا کام دیتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی اصول ہیں جو امت کیلئے ہر زمانہ میں یکساں کارآمد اور مفید ہیں۔ ان اصول و ضوابط کی کسی قدر تفصیل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے۔ خلفائے راشدین کا دور حکومت اس سلسلہ میں مزید تفاصیل فراہم کرتا ہے۔ ان تمام کو سامنے رکھ کر ہر زمانہ میں لوگ اپنے حالات اور اختلاف احوال کے مطابق جزئیات پر غور کر سکتے ہیں۔ اور دینی حکومت کی تشکیل کا

جاسکتی ہے۔ اختلافِ احوال و زماں کے بارے میں جزئیات کا فراہم کرنا دراصل اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام ہر زمانہ کی ملت اسلامیہ کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے مصالح خاص اور اقتضائے احوال کے مطابق وہ راستہ اختیار کرے جو کتاب و سنت کے بنیادی اصولوں سے مختلف اور متعارض نہ ہو۔

اسلام میں اصلاح الناس کی اہمیت

اسلام نے نہ صرف سیاست ہی میں بلکہ اپنے بہت سے احکام میں یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اس کی غایت یہ ہے کہ انسانی مصالح کو ملحوظ رکھے اور ضرر کو دفع کرے تاکہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھا جاسکے اور وہ سرکشی و ظلم سے باز رہیں۔ مثلاً شراب اور جوئے کی ممانعت کی مصلحت یہ بتائی کہ وہ آپس میں عداوت اور ذکر خدا کو بھلانے کا ذریعہ ہیں:۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدۃ ۵ ۹۱)	"شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے چسکے میں تمہارے درمیان عداوت پیدا کرا دے وہ تمہیں ذکر اللہ سے بھلا دے تو کیا تم باز آؤ گے"

مثلاً جہاں نماز کے بہت سے مصالح اور منافع ہیں۔ وہاں یہ بھی بتایا کہ وہ انسان کو برائیوں اور بے حیائی سے روکتی ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت ۲۹ ۴۵)	"بے شک نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

روزہ کی مصلحت یہ بتائی کہ انسان متقی بن جائے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ البقرۃ ۲ ۱۸۳)	"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو"

باقی